ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

یونس احمد لغاری ❁

سندھ کی قدیم صنفِ سخن "وائی" پر ایک نظر

An overview of Sindhi genre of poetry *Wa'i*

By *Unis Ahmed Laghari, Lecturer, Dept. of Urdu, Govt. Degree College, Jhuddu.*

Abstracts

Wa'i is the oldest and most popular poetry genre of Sindh. It has its own particular form which distinguishes it from other poetry genres. Wa'ai has more to do with singing than reading. It consists of three stanzas in Sindhi but sometimes it also consists of four, five and six stanzas. *Wa'i* is a flexible, delicate and tender language for expressing subtle emotions, expressing public feelings and emotions. It belongs to a genre of folk songs. All the ancient and modern poets of Sindh have given place to *Wa'i* in their poetry, especially Shah Abdul Latif Bhitai's poetry contains Wa'ai. Wa'ai has always been a part of the culture of Sindh and thus reflects all the sentiments of the people of Sindh. Even today, *Wa'i* is a completely popular genre in all parts of Sindh. Structure of *Wa'i* is similar to *Kafi* and *Mahiya*, but *Wa'i* is completely different and unique from them in terms of its themes and structure.

Keywords: Mysticism, Spiritual Realism, Humanity, *Shah Jo Risalo*, Sindhi Poetry, *Wa'i*, Varied Subjects, Pleasure of Longing, Softness, Tenderness, Anxiety of Waiting, Gentleness, *Tamazat*, The state of waiting.

وائی سندھی ادب کی قدیم ترین اصنافِ سخن میں سے ایک ہے۔ یہ صنف تقریباً تین صدیاں پہلے سندھی ادب کا حصہ بنی اور موضوعاتی تبدیلیوں کے ساتھ آج بھی لکھی جا رہی ہے۔ اگرچہ ابتداءً وائی تصوف کے

❁ لیکچرر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ ڈگری کالج، جھڈو

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

موضوعات پر مشتمل تھی مگر وقت کے ساتھ یہ صنف دیگر موضوعات کے لیے بھی لکھی جانے لگی اور موجودہ دور میں تقریباً تمام موضوعات پر وائی لکھی جارہی ہے۔ ہر دور کے سندھی زبان کے شعراءنا صرف یہ کہ وائی کہتے رہے ہیں بلکہ اپنے ذوق کے مطابق اس میں تجدید، سنوار اور نکھار لاتے رہے ہیں۔ عرب کے قدیم شعرا کی طرح سندھی قدیم شعرا بھی فطرتاً موزوں طبع ہوتے تھے جنھیں شاعری سیکھنے کے لیے کسی باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس دور میں وائی قدیم چھند ودیا (ہندی علمِ عروض) کے اصولوں پر کہی جاتی تھی، بعد میں اسے جدید علمِ عروض کی بحروں کے مطابق ڈھالا جانے لگا۔ بنیادی طور پر وائی غنائی صنف ہے اور اس کا اصل مصدر موسیقی ہے اور اس کی بنیاد چھند ودیا اور تنبورے کے سُر پر ہے۔[1] ہر دور میں وائی کو تنبورے کے سُر پر چھیڑ کر گانے کے شواہد ملتے ہیں۔

وائی کی وجہ تسمیہ میں کئی اقوال موجود ہیں۔ سندھی میں وائی بات چیت یا گفتگو کو کہتے ہیں۔[2] مثلاً اگر کہنا ہو کہ بُری بات منہ سے نہ نکالو تو سندھی میں کہیں گے کہ ایسی وائی مُنہ سے نہ نکالو۔ جبکہ یہ فریاد کے معنیٰ میں بھی ہے۔ سندھی میں وائے وائے کرنا کے معنی ہیں شور مچانا، چیخ پکار کرنا۔[3] شاہ لطیف کی درگاہ پر جو راگ گایا جاتا ہے اسے سُن کر یُوں لگتا ہے جیسے کوئی فریاد کر رہا ہو ممکن ہے اسی نسبت سے شاعری کی اس صنف کو وائی کہا گیا ہو۔ ایک خیال یہ ہے کہ یہ لفظ سہرو سے منقلب ہو کر وائی بنا۔[4] کیونکہ سندھی کے لوک گیت خاص طور پر شادی بیاہ کے گیت جن کو سندھی میں سہرو کہا جاتا ہے وہ ہئیت کے اعتبار سے وائی سے ملتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اسی لوک گیت نے آگے چل کر وائی کی صورت اختیار کی ہو۔ ایک اور رائے کے مطابق پراکرت لفظ وایا اور سنسکرت کے لفظ وارتا کو بھی وائی کا ماخذ بتایا جاتا ہے۔[5] جبکہ لفظ وائی کے بارے میں سندھ کے مشہور شاعر مخدوم طالب المولیٰ اپنی کتاب 'کافی' میں رقم طراز ہیں کہ:

گرونانک کے اقوال کو وانی یا بانی کہا جاتا ہے ہو سکتا ہے وائی کا لفظ وہاں سے لیا گیا ہو۔[6]

لیکن زیادہ تر محقق اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ وائی سندھی لفظ ہے جس کے معنی بات چیت کے ہیں آج بھی سندھ میں وائی لفظ عام بول چال میں رائج ہے۔

وائی کو بامِ عرُوج پر سندھ کے سب سے بڑے شاعر شاہ عبد اللطیف بھٹائی (۱۶۸۹ء تا ۱۷۵۲ء) نے پہنچایا۔[7] ان سے پہلے کے سندھی سخن وروں کا سارا زور قدیم صنف 'سورٹھ' اور دوہے پر ہوتا تھا لیکن شاہ لطیف نے سورٹھ اور دوہے کے موضوعات میں جدت لا کر ان کو ایک الگ صنف 'بیت' کا نام دیا۔ شاہ صاحب نے اپنے

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

مجموعہ کلام 'شاہ جو رسالو' میں مختلف سُر (ابواب) مرتب کیے ہیں۔ اگر ہم شاہ لطیف کی شاعری کا جائزہ لیں تو 'بیت' کے بعد سب سے بڑا حصہ صنفِ وائی پر مشتمل ہے 'شاہ جو رسالو' میں تین سو سے زاید وائیوں کا اندراج نظر آتا ہے۔ ان کے مجموعہ کلام 'شاہ جو رسالو' کے تقریباً تمام ہی سُروں میں ایک یا ایک سے زائد وائی استعمال ہوئی ہیں جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شاہ لطیف کو یہ صنف کتنی عزیز تھی۔(۸) شاہ صاحب نے نہ صرف یہ کہ اس کے موضوعات میں اضافہ کیا بلکہ اس کی ہیئت کو بھی نکھارا ہے۔

وائی کی تحریری ابتدا کی اگر بات کریں تو یہ صنف سب سے پہلے سندھ کے مشہور صوفی شاعر میون شاہ عنایت(۱۶۱۹ء تا ۱۷۱۴ء) کے رسالے میں ملتی ہے۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ اس حوالے سے رقم طراز ہیں کہ:

> میون شاہ عنایت وہ پہلے شاعر ہیں جن کے کلام میں ہمیں وائی بلحاظ ہئیت اور مضمون نظر آتی ہے ان کے کلام میں سندھی بیت، مولود اور وائی گوناگوں خوبیوں کے ساتھ چمکتے نظر آتے ہیں۔(۹)

مشہور ادیب اور تاریخ دان ابراہیم جویو لکھتے ہیں کہ:

> میون شاہ عنایت کے دور سے پہلے وائی عوامی لوک گیت کی شکل میں موجود تھی جسے شاہ عنایت نے ادبی و فنی اعتبار سے آگے بڑھانے کی کوشش کی۔ سندھی زبان میں میون شاہ عنایت سے پہلے کی کوئی باقاعدہ تحریری وائی دستیاب نہیں ہے اس لیے میون شاہ عنایت رضوی کو وائی کا پہلا باقاعدہ شاعر مانا جاتا ہے۔(۱۰)

اگر مطلقاً وائی کی تاریخ کا تذکرہ کیا جائے تو وائی کی لوک گیت کی شکل میں موجودگی کے شواہد بہت قدیم زمانے سے ملتے ہیں لیکن اس کا کوئی مستند حوالہ موجود نہیں ہے نارائن شیام نے ہئیتی مشابہت کی بنا پر راجستان کے ایک شاعر 'دادو دیال' (۱۵۴۴ تا ۱۶۰۲ء) کو وائی کا شاعر کہا ہے۔(۱۱)

تاریخی اعتبار سے وائی کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

ابتدائی دور: وائی کی ابتدا مغلوں کی آمد سے پہلے ہو چکی تھی ابتدائی شکل میں یہ ان عوامی دوہڑوں یا سورٹھوں کا نام تھا جو کہ دو مصرعوں پر مشتمل ہم قافیہ اشعار ہوتے تھے جن میں وزن اور بحر کی پابندی نہیں کی جاتی تھی لوگ اپنے جذبات کی ترجمانی کے لیے ہم قافیہ مصرعے جوڑ کر انھیں ترنم کے ساتھ گاتے تھے۔ وائی کا باقاعدہ تحریری طور پر آغاز مغل دور میں ہوا جب میون شاہ عنایت رضوی نے اس صنف کو اپنایا اور اپنے کلام کی زینت

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

بنایا۔ شاہ عنایت کے بعد ان کے اولاد میں سے محمد شریف رضوی نے اس صنف میں طبع آزمائی کی۔ (۱۲)

درمیانہ یا دوسرا دور: وائی کا دوسرا دور شاہ عبد اللطیف بھٹائی کے دور سے شروع ہوتا ہے۔ میون شاہ عنایت نے اس صنف کو غنائی حالت میں دریافت کیا تھا جبکہ شاہ صاحب نے وائی کو تنبورہ کی تار کے سُر پر نکھارا۔ شاہ لطیف نے وائی کو بامِ عرش تک پہنچایا اس دور میں خلیفہ نبی بخش کی بھی وائیاں مقبول ہیں۔ سندھ میں تالپروں کے دورِ حکومت میں قمبر علی شاہ نے بھی گائیکی کے ذریعے وائی کو مقبول کیا۔ تالپر دور کے زوال کے ساتھ وائی کا بھی زوال آگیا اور وائی کی جگہ کافی لکھی اور گائی جانے لگی انگریز دور میں تو وائی گویا ناپید ہو چکی تھی۔ (۱۳)

جدید اور تیسرا دور: اس تیسرے اور اہم دور میں شیخ ایاز اور ان کے ہم عصر شعرا نارائن شیام، شمشیر الحیدری، ادل سومرو، امداد حسینی، تنویر عباسی، تاج جویو اور دیگر نے مقامی کلاسیکل اصناف کو دوبارہ زندہ کیا اور وائی کے مضامین اور موضوعات کو وسیع کیا۔ شیخ ایاز نے وائی کو جدید علم العروض کے اصولوں پر بھی منتقل کیا اور وائی کی صنف میں موضوعاتی اور ہیئتی تجربات کیے جو کہ بڑے مقبول ثابت ہوئے ہیں۔

اوائلی دوہڑے کسی ادبی معیار کے پابند نہ تھے یہ ایسے موزوں طبع لوگ کہتے تھے جن کا تعلق ادبی تعلیم و تعلم سے نہیں ہوتا تھا وہ نہ کسی دبستانِ شعری کے پیروکار تھے اور نہ ہی کسی استاد کے متبع تھے۔ عامیانہ اور سطحی جذبات کو بے تکلف غیر فصیح زبان میں تک بندی کر کے بڑی چاہ سے سُر میں گاتے تھے۔ آگے چل کر سُر برقرار رکھنے کے لیے دوہڑوں میں یہ اختراع کی گئی کہ مصرع کا پہلا آدھا قافیے والا حصہ یا پچھلا آدھا قافیے والا حصہ پہلے کہنے لگے اور اس حصے کو بار بار گانے کے لیے دہرانے لگے جس کی وجہ سے دوہڑوں یا بیتوں کو گانے کا رواج پڑا (۱۴)۔ اس عوامی اختراع پر جب اساتذہ فن کی نظر پڑی تو انھوں نے اس نئی صنف کو اپنا لیا اور ایک نئی صنف بنالی جسے آگے چل کر وائی کا نام دیا گیا۔ شیخ ایاز لکھتے ہیں کہ:

> اغلب ہے کہ شاہ لطیف جیسے عوام پسند شاعر نے اپنے علاقے کے لوک گیتوں سے متاثر ہو کر ہی وائی کو اپنایا ہو گا اور پھر نو بہ نو شعری تجربات، فطری امنگ اور تخلیقی اپج نے ان کو سوز و ساز عطا کیا ہو گا جو آج تک زندہ و پائندہ ہے۔ (۱۵)

وائی میں عمومی طور پر سب سے پہلے مکھڑا آتا ہے جس کے بعد کم سے کم دو ہم قافیہ مصرعے آتے ہیں۔ پھر مکھڑے کے ہم قافیہ حصے کو ٹیپ یا ستھائی کے طور پر مکرر لایا جاتا ہے تاکہ مخصوص قسم کی مترنم صوتی ہم آہنگی سے گیت کا لطف دوبالا ہو جائے۔

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

سکھی میں جاؤں اُس کے دوار
جی کو پیا بِن چین نہ آئے
کب تک بیٹھی سوگ مناؤں
تڑپے آٹھ پہر گھبرائے
جی کو پیا بِن چین نہ آئے
بے کل ہیں اب تیرے ہیت
سینے میں گھٹ کر رہ جائے
جی کو پیا بِن چین نہ آئے
کالے کوسوں اُس کا دیس
کوئی کیسے پیدل جائے
جی کو پیا بِن چین نہ آئے
ابلا کھاہے من میں یہی
جا کر اُس کا دیس بسائے
جی کو پیا بِن چین نہ آئے(۱۶)

شیخ ایاز نے اپنے شاہ جو رسالو کے منظوم ترجمے میں لکھا ہے کہ:

> شاہ نے وائی کی ہیئت کو عمومی طور پر ہندی گیتوں کی ڈگر پر رکھا وہیں شاہ لطیف نے وائی کی ہیئت میں بہت سے ایسے تجربات بھی کیے ہیں جن کی مثال ہندی گیتوں میں مشکل سے ملتی ہے شاہ لطیف کے یہ تجربے کہیں کہیں اردو یا فارسی غزل کے اتنے قریب ہوگئے ہیں کہ بظاہر کوئی فرق نظر نہیں آتا ہے۔ لیکن غزل کی ہیئت کے قطع نظر شاہ لطیف کی وائیوں میں نظم کی دیگر اصناف مثلاً مثلث، مربع، مخمس، مسدس اور مستزاد وغیرہ کی ملی جلی شکلیں بھی نظر آتی ہیں۔(۱۷)

قدیم زمانے کی وائی عام طور پر ایک یا دو ہم قافیہ مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے مگر شاہ لطیف کے رسالے میں ۱۲ سے ۲۴ مصرعوں پر مشتمل وائیاں بھی ملتی ہیں۔

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

چلنے کو تیار ہیں سکھیاں، چلنے کو تیار
ڈالا سامان کشتی میں، ہیں چلنے کو تیار
تیرے نین نیند بھری ہے
اُٹھا لیے ہیں سب نے لنگر، چلے ہیں اب اُس پار
سب کو گہرا گھاٹ پکارے، اب ہے تیری بار
سو کر رات بِتائی پھر بھی، نین نیند خمار
شاید دن نہ پائے مانجھی، ساگر کی للکار
وقت ہے اب بھی تائب ہو جا، بھول نہ اپنا یار
لمبی تان کے سو مت مانجھی، آگے ہے منجدھار
سائیں سچ کا سوداگر ہے، جھوٹ تیرا بیوپار
کیسا بپھرا بپھرا ساگر، گرج رہا منجدھار
مشکیزے بن چلی ہوں سائیں! تُو ہی کھیون ہار
شرک و شک کے گردابوں سے، سائیں پار اُتار
کُل نفسٍ ذائقۃ الموت، کر کچھ سوچ بچار
باز کی صورت جھپٹ کے اک دن، کرے گی موت شکار
یوم یَفرُّ المرءُ مِنۡ اَخیہ، کوئی نہ ہوگا یار
چُھوٹ گیا ہے بجرہ سائیں، تُو ہی کھیون ہار
مال لٹائے اِس دنیا میں، تُو نے لاکھ ہزار
یار کے نام پہ دان دیا جو، سچا وہ بیوپار
کیا کیا آن لگائے گھر میں، دولت کے انبار
فرمایا ہے احمد پی نے، دنیا ہے مردار
کچھ تو نروھن کو بھی دیتے اس ساجن کے کار
شوہر کے بھی نارفرماں جو دولت ہے وہ نار
جیون رین بسیرا سجنی، جھوٹا ہے سنسار
کیسے بھول رہی ہے ناداں، قبر کا وہ اندھکار(۱۸)

وائی کو سب سے پہلے سندھ کے بزرگ شعرا نے اپنے کلام کا حصہ بنایا انھوں نے وائی میں جو موضوعات و مضامین پیش کیے ہیں شیخ ایاز لکھتے ہیں کہ:

> وائیوں کا خمیر سندھی تہذیب و ثقافت سے تیار ہوا ہے شاہ عبداللطیف کی وائیوں میں کہیں بھی درباری رنگ یا حویلیوں اور حکمرانوں کی باتیں نظر نہیں آتی ہیں بلکہ اس کی رنگارنگی، بوقلمی اور سحر آفرینی سندھ کے دیہی عوام سے اوران کی پسندیدہ کہانیوں، ہرے بھرے کھیتوں، تپتے صحراؤں اور بھوس کی جھونپڑیوں میں گونجتے ہوئے لوک گیتوں سے متعلق ہے۔(۱۹)

سندھ کے قدیم شعرا نے وائی کے ذریعے مختلف موضوعات توحید، بندگی، اطاعت، فقر، صبر، شکر، ذکر، رضا، ہمت، عجز، علم، عمل، خودی، دنیا کی بے ثباتی، فکرِ آخرت، موت کی حقیقت، بیداری، نیک اعمال کی تلقین، عشقِ حقیقی، تحمل و برداشت، آس و امید، اخلاق، روحانی سر مستی، ریاکاری کی مذمت، انسانیت اور ہجر و فراق کے مضامین بڑے پُر اثر اور عوامی زبان میں بیان کیے ہیں۔ جدید دور میں وائی کو نئے رجحانات سے متعارف کرایا گیا اور اس کے موضوعات اور مضامین کے دائرے کو وسیع تر بنایا گیا آج وائی میں خوشی و مسرت، حیرت و تعجب، جوش و خروش، عقیدت و احترام، یاس و افسوس اور غم و الم سمیت تمام موضوعات لکھے جا رہے ہیں۔

اے البیلے چارن تُو نے، کیسا راگ سنایا
مجھ کو مست بنایا
جو تُو میرا سیس نہ مانگے، دے دوں لاکھوں دان
اے البیلے چارن تُو نے، میرا من برمایا
مجھ کو مست بنایا
کہتا ہے یہ لطیفؒ ہمیشہ دیکھوں تیری اَور
اے البیلے چارن تُو نے، اپنا رنگ جمایا
مجھ کو مست بنایا(۲۰)

وائی کو لکھنے کے لیے تین ہیئتی طریقے رائج ہیں۔

مسلسل وائی: شاہ عبداللطیف بھٹائی اور ان کے بعد والے جدید دور میں وائی کی ہیئت میں کافی تجربات کیے

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

گئے جن میں سے ایک مسلسل وائی کا تجربہ بھی شامل ہے اس قسم کی وائی میں مکھڑے کے مصرعے کے بعد پہلے مصرعے کے ہم قافیہ مصرعے لائے جاتے ہیں بعض مسلس وائیوں میں ٹیپ کا مصرع بھی نہیں لایا گیا۔

جدھر گئے ہی کیچی پیارے، میں بھی اُدھر ہی جاؤں گی
داسی ہوں میں ہوت پیا کی، ہاڑے میں سکھ پاؤں گی
باندی کی بھی باندی بن کر اُن کے ناز اُٹھاؤں گی
دھول ہوں اُن کے پاؤں کی، میں اب کیسے لوٹ کے آؤں گی(۲۱)

ڈیڑھ مصرع والی وائی: وائی کی اس ہیئت میں ایک مصرع کے بعد ٹیپ کا آدھا مصرع لایا جاتا ہے ٹیپ کا مصرع آخر تک ایک جیسا رہتا ہے جبکہ ٹیپ کے مصرعے سے پہلے جو مصرع لایا جاتا ہے وہ دوسرے مکمل مصرع سے ہم قافیہ ہوتا ہے۔

پی کر مے کے جام، ساجن کو پہچان لیا
عشق کے پیالے پی کر ہم نے، جانا بھید تمام
ساجن کو پہچان لیا
انگ انگ میں پیار کی اگنی، سلگیں سب اندام
ساجن کو پہچان لیا
جھوٹے جگ میں رات بِتائی، صبح کیا آرام
ساجن کو پہچان لیا
کہے لطیفؔ کہ تُو ہی تُو ہے، باقی تیرا نام
ساجن کو پہچان لیا(۲۲)

دوہری وائی: اس قسم میں دو مصرعوں پر ایک شعر لایا جاتا ہے جس کے بعد ٹیپ کا مصرع آتا ہے جو ہر بند یا شعر کے بعد بار بار آتا ہے شیخ ایاز نے اس ہیئت میں کافی وائیاں کہی ہیں۔

اب تو سورج ڈھل رہا ہے
پربتوں میں
شل ہوئے ہیں پیر تھک کر

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

پھر بھی کوئی چل رہا ہے
پربتوں میں
ریت کے ٹیلے کے اوپر
وہ دِیا جو جل رہا ہے
پربتوں میں
اک نئی سوچ کا سپنا
اس کے اندر جل رہا ہے
پربتوں میں
آنے والا دن ابھی سے
اپنی آنکھیں مَل رہا ہے
پربتوں میں (۲۳)

وائی اور کافی میں فرق

موضوع اور مضمون کے لحاظ سے وائی اور کافی میں بہت زیادہ مماثلت پائی جاتی ہے۔ اس لیے اکثر کافی اور وائی کو ایک ہی صنف سمجھا جاتا ہے لیکن کافی اور وائی الگ اگ صنف ہے۔ شاہ جو رسالو کے مترجم آغا سلیم اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

> اکثر لوگ شاہ لطیف کی وائی کو کافی کہتے ہیں بلکہ کچھ لوگ تو شاہ لطیف کو کافی کا موجد بھی سمجھتے ہیں لیکن شاہ کی وائی کافی سے بہت مختلف ہے۔ بنیادی طور پر وائی اور کافی کی ہیئت میں واضح فرق ہے وائی کی استھائی یا مکھڑا دو ٹکڑوں میں بٹا ہوا ہوتا ہے پہلے ٹکڑے میں قافیہ ہوتا ہے جبکہ دوسرا ٹکڑا بلغیر قافیہ کے ہوتا ہے۔ (۲۴)

جبکہ بحر اور وزن کے لحاظ سے قدیم زمانے سے وائی چھند و دیا کے اوزان پر کہی جاتی تھی اور کافی علم عروض اور علم موسیقی پر بھی کہی جاتی ہے۔ کافی لوک ادب کی صنف ہے جبکہ وائی کلاسیکی اور جدید شاعری کی مقبول صنف ہے۔ کافی دیپک راگ کی صنف بھی ہے جس کے لیے کہا جاتا ہے کہ کافی وہی کہہ سکتا ہے جو موسیقی کے علم سے واقف ہو جبکہ وائی کے لیے ایسا کوئی شرط نہیں ہے۔ کافی دیسی شاعری کی صنف ہے جس میں صوفیانہ خیالات، رسم ورواج، عشق و محبت، ہجر و فراق اور سوز و گدا کے موضوعات بیان کیے جاتے ہیں جبکہ وائی کے لیے کوئی موضوع

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

متعین نہیں ہے۔ کافی کے بند میں مصرعوں کی تعداد کی کوئی شرط نہیں ہے یہاں تک کہ مثمن کافیاں بھی موجود ہیں کافی میں ٹیپ کا مکمل مصرع تبدیل ہو کر آتا ہے جبکہ وائی میں استھائی کا دوسرا ٹکڑا ہر مصرع کے بعد دہرایا جاتا ہے جیسے اس وائی میں ہے:

بھٹکی ہوں ڈگر ڈگر میں پگ پگ ہے مجھ کو بھاری
میں گھاٹ گھاٹ کی ماری
پہنچوں اب کیچ میں کیسے میں دُور دیس کی ناری
میں گھاٹ گھاٹ کی ماری
بھید اپنا کسے بتاؤں داسی ہوں پیا تمھاری
میں گھاٹ گھاٹ کی ماری
جی بھر کے نیر بہاؤں ساجن پہ میں بلہاری
میں گھاٹ گھاٹ کی ماری(۲۵)

دورِ حاضر میں وائی

وائی سندھ کی مانوس اور مقبول صنف سخن ہے جو بیک وقت لوک ادب اور جدید ادب سے اپنا تعلق استوار کر چکی ہے۔ چونکہ وائی اپنے مزاج کے اعتبار سے لوک گیتوں کا نعم البدل ہے اس لیے آج بھی سندھ کے دیہی اور شہری ماحول میں وائی کی گائیکی بہت مقبول ہے۔ شاہ لطیف کی وائیاں سندھ کی تہذیب و ثقافت سے جڑی ہیں اس لیے لوک ادب کا حصہ ہیں۔ جبکہ دور جدید میں شیخ ایاز نے وائی کو دوبارہ زندہ کیا ہے انھوں نے وائی کے موضوعات اور ہیئت میں جدت اختیار کی۔ قدیم وائی میں ہجر و فراق کی باتیں، روٹھے محبوب کو منانے کے جتن یا پھر متصوفانہ خیالات کا اظہار ہوتا تھا مگر شیخ ایاز اور ان کے ہم عصر شعرا نے وائی کے موضوعات کو خاص وسعت دی۔ آج وائی میں ہر قسم کے موضوعات پیش کیے جاتے ہیں اس حوالے سے وائی کو کثیر الموضوعاتی صنف سخن کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ شیخ ایاز نے وائی کو قدیم چھند ودیا سے نکال کر علم عروض پر منتقل کیا۔ شیخ ایاز کے بعد کئی دیگر شعرا نے بھی عروضی وائیاں لکھی ہیں۔ نئے شعرا جہاں غزل اور نظم میں طبع آزمائی کرتے ہیں تو وہیں وائی بھی ان کے کلام میں ضرور شامل ہوتی ہے اردو کے کچھ شعرا نے بھی وائی سے متاثر ہو کر اردو زبان میں وائی لکھنے کی کوشش کی ہے سرمد

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

صہبائی نے اس حوالے سے بڑی خوب صورت کوشش کی ہے:

جیون ایک دھمال او سائیں
جیون ایک دھمال
سانولے مکھ کی شام میں چمکے
دو ہونٹوں کے لعل
جیون ایک دھمال
سانجھ مویشی مال
جیون ایک دھمال(۲۶)

سندھی زبان کے کئی شعرا کے وائیوں پر مبنی شعرے مجموعے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ خالص سندھی صنف ہونے کی وجہ سے وائی دیگر زبانوں میں کم متعارف ہوئی ہے لیکن سندھ کے تقریباً تمام شعرا وائی میں طبع آزمائی کر چکے ہیں اور سندھ سے تعلق رکھنے والے گلوکار وائی کو گا کر وائی کو مقبولیت کو دوام بخش رہے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ وائی نہ صرف مقبول صنف ہے بلکہ وائی کا مستقبل بھی انتہائی محفوظ ہے۔

حواشی

۱۔ پروفیسر محرم خان وگھامل، سنڌي وليءَ سنڌي شاعري، مرتبہ محمد ابراہیم جویو، (جام شورو: سندھی ادبی بورڈ، ۲۰۰۷ء)، ص ۲۴۲
۲۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، جامع سندھی لغات، جلد پنجم (جام شورو: سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۸۸ء)، ص ۲۹۰۶
۳۔ الیاس عاشق، ''شاہ کی شاعری کی فنی خوبیاں''، مشمولہ سہ ماہی ''مہران''، جامشورو، جلد ۳۷، نمبر ۴، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۸ء، ص ۱۰۵
۴۔ منظور کناسرو، ''شاہ عبد اللطیف بھٹائی: حیات اور افکار''، (کراچی: سندھیکا اکیڈمی، ۲۰۰۹ء)، ص ۹۵
۵۔ محبوب علی چنا، ''سندھی لوک گیت، وائی''، مشمولہ ماہنامہ ''نئی زندگی''، کراچی، جلد ۱۱، نمبر ۱۲، دسمبر ۱۹۵۸ء، ص ۲۵
۶۔ مخدوم طالب المولی، ''کافی''، (ہالہ: بزم طالب المولیٰ ۱۹۶۲ء)، ص ۳۷
۷۔ شیخ محمد ابراہیم خلیل، سنڌي شاعريءَ علم عروض، (شکارپور: مہران اکیڈمی، ۲۰۱۸ء)، ص ۲۳۴
۸۔ شیخ ایاز (مترجم)، ''رسالہ شاہ عبد اللطیف بھٹائی'' (کراچی: سندھیکا اکیڈمی، ۲۰۰۵ء)، ص ۹۸
۹۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، میین شاہ عنایت جو کلام، (جام شورو: سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۶۳ء)، ص ۳۰، ۱۰۴، ۱۱۸، ۱۲۷، ۲۰۹
۱۰۔ پروفیسر محرم خان وگھامل، سنڌي وليءَ سنڌي شاعري، ص ۲۴۱
۱۱۔ نارائن شیام، ''وائی اور کافی''، مشمولہ ماہنامہ ''کینجھر''، کراچی، جنوری ۱۹۹۳ء، ص ۲۵
۱۲۔ پروفیسر محرم خان وگھامل، سنڌي وليءَ سنڌي شاعري، ص ۲۴۸

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۵۲
۱۴۔ شیخ محمد ابراہیم خلیل، سنڌي شاعري ۽ علم عروض، ص ۲۲۹
۱۵۔ شیخ ایاز (مترجم)، ”رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائی“، (کراچی: سندھیکا اکیڈمی، ۲۰۱۶ء)، ص ۹۷
۱۶۔ ایضاً، ص ۱۶۲
۱۷۔ ایضاً، ص ۹۸
۱۸۔ آغا سلیم (مترجم)، ”رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائی“، (بھٹ شاہ: شاہ عبداللطیف ثقافتی مرکز، ۲۰۰۰ء)، ص ۱۳۳
۱۹۔ شیخ ایاز (مترجم)، ”رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائی“، ص ۱۰۰
۲۰۔ ایضاً، ص ۱۷۹
۲۱۔ ایضاً، ص ۲۱۹
۲۲۔ آغا سلیم (مترجم)، ”رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائی“، ص ۴۷
۲۳۔ شیخ ایاز، ”حلقہ میری زنجیر کا“، مترجم فہمیدہ ریاض، (جام شورو: انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالا جی، سندھ یونی ورسٹی، ۱۹۷۹ء)، ص ۳
۲۴۔ آغا سلیم (مترجم)، ”رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائی“، ص ۱۹
۲۵۔ شیخ ایاز (مترجم)، ”رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائی“، ص ۳۳۶
۲۶۔ سرمد صہبائی، ”نیلی کے سو رنگ“، (لاہور: دستاویز مطبوعات، ۲۰۰۹ء)، ص ۴۴

مآخذ

۱۔ ایاز، شیخ (مترجم)، ”رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائی“ کراچی: سندھیکا اکیڈمی، ۲۰۰۵ء
۲۔ ــــــ، ــــــ، ــــــ، ۲۰۱۶ء
۳۔ ــــــ، ”حلقہ میری زنجیر کا“، مترجم فہمیدہ ریاض، جام شورو: انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالا جی، سندھ یونی ورسٹی، ۱۹۷۹ء
۴۔ بلوچ، نبی بخش، ڈاکٹر، ”جامع سندھی لغات“، جلد پنجم، جام شورو: سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۸۸ء
۵۔ ــــــ، میین شاہ عنایت جو کلام، ــــــ، ۱۹۶۳ء
۶۔ خلیل، شیخ محمد ابراہیم، سنڌي شاعري ۽ علم عروض، مہران اکیڈمی، شکارپور، ۲۰۱۸ء
۷۔ سلیم، آغا (مترجم)، ”رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائی“، بھٹ شاہ: شاہ عبداللطیف ثقافتی مرکز، ۲۰۰۰ء
۸۔ صہبائی، سرمد، ”نیلی کے سو رنگ“، لاہور: دستاویز مطبوعات، ۲۰۰۹ء
۹۔ طالب المولیٰ، مخدوم، ”کافی“، ہالہ: بزم طالب المولیٰ ۱۹۶۲ء
۱۰۔ کناسرو، منظور، ”شاہ عبداللطیف بھٹائی: حیات اور افکار“، کراچی: سندھیکا اکیڈمی، ۲۰۰۹ء
۱۱۔ وگھامل، محرم خان، پروفیسر، سنڌي ۽ سنڌي ٻولي ۽ سنڌي شاعري، مرتبہ محمد ابراہیم جویو، جام شورو: سندھی ادبی بورڈ، ۲۰۰۷ء

ISSN: 2519-6332 (Print) ❄ ISSN: 2708-1915 (Online)

رسائل و جرائد

۱۔ ماہ نامہ ”کینجھر“، کراچی، جنوری ۱۹۹۳ء

۲۔ سہ ماہی ”مہران“، جامشورو، جلد ۳۷، نمبر ۴، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۸ء

۳۔ ماہ نامہ ”نئ زندگی“، کراچی، جلد ۱۱، نمبر ۱۲، دسمبر ۱۹۵۸ء